۵۱

حفاظت واشاعتِ اسلام کیلئے پوری کوشش کرو

(فرمودہ ۱۶۔ مئی ۱۹۳۰ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اِس وقت جو اسلام کی حالت ہے اور جس کسمپُرسی میں وہ دین مبتلاء ہے جو دنیا کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو ترقی دینے کے لئے آیا تھا وہ ہر ایک ایسے شخص پر جو کچھ بھی اسلام سے محبت اپنے دل میں رکھتا ہے ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ زمانہ عام طور پر مذہب کے خلاف اثرات سے پُر ہے اور ان خطرناک رَوؤں سے جو مذہب کے خلاف اِس وقت چل رہی ہیں نہ عیسائیت محفوظ ہے نہ ہندوازم محفوظ ہے، نہ سکھ ازم محفوظ ہے نہ یہودیت محفوظ ہے اور نہ اسلام محفوظ ہے۔ لیکن اُن حملوں میں جو دیگر مذاہب پر ہوتے ہیں اور ان میں جو اسلام پر ہوتے ہیں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ فرق اس قدر نمایاں ہے کہ ہر شخص اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ اسلام کے سوا روئے زمین پر کوئی اور مذہب نہیں جس کے ماننے والوں کے پاس ان کی الہامی کتاب اپنے اصلی الفاظ میں محفوظ ہو۔ اور نہ ہی کسی مذہب کا ایسا دعویٰ ہے صرف اسلام ہی اس بات کا مدّعی ہے کہ اس کی الہامی کتاب اپنے اصلی الفاظ میں موجود ہے اور ہمیشہ ہی محفوظ رہے گی۔ لیکن جہاں ایک طرف یہ امر ہمارے لئے فخر و مباہات کا موجب ہے اور اس قابل ہے کہ دشمنوں کی مجالس میں فخر سے ہم اپنے سر کو بلند کریں کہ ہمارا مذہب ہر قسم کی دست بُرد سے محفوظ ہے وہاں یہ ہمارے لئے ایک خطرناک صورت بھی پیدا کر دیتا ہے۔ عیسائیت پر اگر کوئی حملہ ہوتا ہے تو وہ اپنی کتاب کے غیر محفوظ ہونے کی آڑ میں پناہ لے لیتی ہے۔ ایک پادری نہایت دیدہ لیری

سے کہہ دیتا ہے کہ اصل چیز عیسائیت کا مغز ہے اور تم اعتراض الفاظ پر کرتے ہو جو اس وقت اپنی اصل صورت میں نہیں ہیں یا تمہارا حملہ تفصیلات پر ہے اور انہیں ہم محفوظ نہیں سمجھتے تو ان کے لئے بہت ہی آسانی ہے۔ بلکہ ان کی تو یہ حالت ہے کہ روس کا ایک شخص ٹالسٹائے جو مذہباً عیسائی اور مذہب کے متعلق نئے خیالات کا بانی قرار دیا گیا ہے اسے مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض کتب ارسال کیں جنہیں پڑھنے کے بعد اس نے مفتی صاحب کو لکھا کہ اور باتیں تو معقول ہیں لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ حضرت مسیح کی ولادت بے باپ پر اس قدر زور کیوں دیتے ہیں۔ اگر مریم نے غلطی کی تو اس میں یسوع مسیح کا کیا قصور؟ یعنی اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ مسیح کی پیدائش نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ناجائز تھی تو یہ قصور مریم کا ہے مسیح پر اس کی وجہ سے کوئی الزام نہیں آتا۔ تو اپنے اپنے مذہب کو زمانہ کے رنگ میں ڈھالنے کے لئے عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں وغیرہ مذاہب کو بہت سہولتیں ہیں۔ ہندو مذہب چند ایک دعاؤں اور منتروں کا مجموعہ ہے۔ باقی تفصیلات میں سے جس پر تم اعتراض کرو کہہ دیں گے چلو یہ نہ سہی۔ ان مذاہب کی مثال تو ایسی ہے جیسے کہتے ہیں کسی جگہ ایک پٹھان رہتا تھا جو بازار میں اکڑ کر اور مونچھوں پر تاؤ دے کر چلا کرتا اور اس کا دعویٰ تھا کہ چونکہ میرے جیسا کوئی اور یہاں بہادر نہیں اس لئے میں یہاں کسی اور کو کام نہیں کرنے دوں گا۔ ایک شخص پر اس کا اس طرح اکڑ کر چلنا بہت گراں گزرا کرتا تھا اور وہ دل ہی دل میں بہت تاؤ کھایا کرتا تھا کہ یہ کیوں لوگوں پر اس طرح حکومت کرتا ہے۔ ایک دن وہ خود بھی اسی طرح مونچھوں کو تاؤ دے کر بازار میں آ گیا کسی نے جا کر پٹھان سے کہہ دیا کہ ایک اور آدمی بھی آج اس طرح بازار میں آیا ہے۔ پٹھان فوراً اُٹھ کر اس کے پاس گیا اور کہا تیرا کیا حق ہے کہ اس طرح مونچھوں کو تاؤ دے۔ اس نے کہا تیرا کیا حق ہے۔ پٹھان نے کہا میرا یہ حق ہے کہ میرے جیسا کوئی بہادر نہیں۔ اس نے کہا میرے جیسا بھی کوئی بہادر نہیں ہے۔ پٹھان نے کہا آؤ تلوار سے فیصلہ کر لیں کون بہادر ہے اور تلوار کھینچ لی۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا اس طرح ٹھیک نہیں کہ آدمی خود مر جائے اور بعد میں بیوی بچے تباہ اور خستہ حال پھرتے رہیں پہلے تم بھی اپنے بیوی بچوں کو قتل کر دو اور میں بھی کر دیتا ہوں اور پھر آ کر لڑیں گے۔ پٹھان نے کہا بہت اچھا چنانچہ دوڑا گیا اور دم بھر میں گھر کا صفایا کر کے آ موجود ہوا۔ اور اس شخص سے کہا آؤ اب لڑیں لیکن اس نے مونچھیں نیچی کر لیں اور کہا اب تو میری صلاح بدل گئی

ہے یہی حال دیگر مذاہب کا ہے۔

دشمن سے مقابلہ کے لئے تو نکلتے ہیں لیکن جب کوئی حملہ ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں چلو یہ بات نہ سہی لیکن اسلام پوری طرح اس بات پر قائم ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک حرکت پوری طرح محفوظ ہے۔ اور اس کی اجمالی نہیں بلکہ تفصیلی تعلیم بھی قابلِ عمل ہے اس لئے اسلام کے لئے مونچھیں نیچی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہر حملہ جو اس پر ہوتا ہے اس کے جگر پر پڑتا ہے۔ دیگر مذاہب کی مثال پانی کی ہے۔ جس پر تلوار پڑتی ہے لیکن کوئی اثر نہیں ہوتا مگر اسلام ایک زندہ چیز ہے جس پر تلوار لگ کر زخم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر سڑانڈھ پیدا ہوتی ہے۔ مُردہ کو خواہ کتنے زخم لگائے جائیں اسے احساس نہ ہوگا لیکن زندہ گوشت میں اگر سوئی بھی چبھوئی جائے تو بہت تکلیف ہوگی۔ ہماری کتاب زندہ ہے اس لئے اس پر جو حملہ ہوتا ہے اس سے زخم پیدا ہوتا اور پھر اس میں سڑانڈھ پیدا ہوتی ہے لیکن دوسری کتب مُردہ ہیں اس لئے خواہ کتنے خطرناک حملے کرو ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ تو گو حملے سارے مذاہب پر ہوتے ہیں مگر باقی تو مونچھیں نیچی کر کے علیحدہ ہو جاتے ہیں لیکن اسلام کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے دو ہی راستے ہیں کہ مٹ جائے یا مٹا دے تیسری راہ اس کے لئے کوئی نہیں اس لئے حقیقتاً اگر کسی مذہب کے لئے موجودہ رَو سے دقت پیدا ہوتی ہے تو صرف اسلام کے لئے ہی ہے۔ یہ ایک دھوکا ہے کہ اِس وقت سارے مذاہب ہی مشکلات میں ہیں وہ ظاہری مشکلات میں ہوں تو ہوں حقیقت میں انہیں کوئی مشکل درپیش نہیں۔ پھر ان کے لئے علاج موجود ہے کہ میدان چھوڑ دیں لیکن اسلام ایسے مقام پر کھڑا ہے کہ پیچھے ہٹ ہی نہیں سکتا۔ اسلام میں پیٹھ دکھا کر بھاگنا ناجائز ہے اور حق تو یہ ہے کہ چونکہ دوسرے بھاگ جاتے ہیں اس لئے ان پر کئے گئے حملے بھی سمٹ سمٹا کر اسلام پر ہی آ پڑتے ہیں۔

ایسے وقت میں مسلمانوں کے لئے جس جدوجہد اور کوشش کی ضرورت ہے وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ خیال اس کا اندازہ ہی نہیں کرسکتا۔ آج ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم جو جدوجہد کر رہے ہیں اس کا نتیجہ کب نکلے گا ممکن ہے ہماری عمریں اسی میں گزر جائیں اور کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ پھر ہماری اولادوں اور پھر ان کی اولادوں کی عمریں بھی اسی کوشش میں بسر ہوں اور نتیجہ نہ پیدا ہو کیونکہ حق کے خلاف باطل کا حملہ بھی وہ حملہ ہے جس کی آدم سے لیکر تمام انبیاء خبر دیتے آئے ہیں

اور پھر وہ چیز بھی جسے ہم نے بچانا ہے اس قدر اہم ہے کہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی وہی ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔[1] یعنی انسانی پیدائش کا حقیقی مقصد عبادت ہی ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ حقیقی عبادت اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں۔ عیسائی گرجا میں جاتے ہیں اور تھوڑی دیر وہاں گا بجا کر گھر کو چلے آتے ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کی بھی یہی عبادتیں ہیں کہ ڈھول اور باجا وغیرہ کچھ عرصہ کے لئے بجاتے اور ساتھ گاتے رہے۔ یہ چیزیں لذتِ نفس ہیں مجاہدہ نہیں کہلا سکتیں۔ اس میں کیا عبادت ہے کہ آٹھویں دن دوست احباب کے ساتھ آرام سے کچھ دیر بیٹھ کر گانا بجانا سنا اور گھروں کو چلے گئے۔ یہ تو محض لذتِ نفس ہے اور بغیر پیسہ خرچ کئے تھیٹر دیکھنا ہے۔ پیسے خرچ کر کے تھیٹر میں نہ گئے عبادت گاہ میں جا کر گانے بجانے کا لطف اُٹھا لیا۔ لیکن باوجود اس کے کہ یہ عبادتیں محض لذت کے سامان ہیں مگر پھر بھی گرجے خالی ہیں کیونکہ اگرچہ ان میں لذت کے سامان موجود ہیں مگر اتنے نہیں جتنے دوسری جگہ مل سکتے ہیں۔ اسی طرح مندروں اور گوردواروں میں بھی لذت کے سامان موجود ہیں مگر وہاں بھی لوگ نہیں جاتے۔ پھر یہ بھی کوئی عبادت ہے کہ لاکھوں آدمی الٰہ آباد میں جمع ہوئے اور دریا میں غسل کر آئے یہ تو ایک ٹرپ ہے جیسے یہاں کے لوگ نہر پر ٹرپ کے لئے جاتے ہیں۔ اگر نہر پر جا کر نہانے اور تفریح کا نام ہی عبادت رکھ دیا جائے تو وہ لوگ بھی جو نمازوں وغیرہ کی ادائیگی میں باقاعدہ نہیں پکے عابد بن جائیں گے اور فوراً آ کر کہیں گے ہم سے سخت غلطی ہوئی نماز میں سستی کرتے تھے اب توبہ کرتے ہیں اور بڑی خوشی سے ٹرپ میں شامل ہوتے ہیں۔ تو الٰہ آباد جا کر نہانا بھی ایک ٹرپ تو ہے لیکن عبادت نہیں۔ عبادت وہ ہے جو اسلام نے رکھی ہے۔ پانچ وقت نماز سب کے لئے فرض ہے جو کامل سکوت اور خاموشی کے ساتھ مسجد میں جا کر ادا کی جاتی ہے اور جس میں دنیوی لذت کا قطعاً کوئی سامان نہیں۔ پھر اس کے اندر ایسے الفاظ رکھے گئے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی عظمت' بڑائی اور کبریائی کا بیان ہے یہ نہیں کہ اشعار پڑھ لئے۔ پھر انسان پر سُر کا بھی خوشگوار اثر ہوتا ہے مگر وہ سُر سے بھی خالی ہے۔ پھر روزے ہیں یہ نہیں کہ جس کی مرضی ہو رکھ لے جیسے ہندوؤں میں ہے ان کے ہاں بھی کچھ روزے مقرر ہیں مگر فرض نہیں جس کی مرضی ہو رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے اور جو رکھتے ہیں ان کے لئے صرف یہ قید ہے کہ چولہے کی پکی ہوئی چیز نہیں کھانی باقی جو جی چاہے کھاتے رہو۔ دنیا جہان کے میوے کھاؤ

آم، خربوزوں اور دیگر پھلوں سے ناک تک پیٹ بھرلو، دودھ کے پیالوں پر پیالے پیئے جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ اگر کہا جائے ہم ایسے روزے رکھواتے ہیں تو کئی لوگ ایک ایک مہینہ کا روزہ بھی رکھنے والے مل جائیں گے۔ تو یہ کوئی عبادتیں نہیں ہیں۔ باقی رہیں سادھوؤں کی ریاضتیں سو وہ سب پر فرض نہیں اور نہ ہی انہیں قومی عبادت کہا جا سکتا ہے وہ مرضی کی بات ہے جو برداشت کر سکے کرے وگرنہ کوئی ضروری نہیں۔ مگر روزہ اور نماز وغیرہ اسلامی عبادات وہ عبادات ہیں جو ہر مسلم پر فرض ہیں جو انہیں بجا نہیں لاتا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ مگر ہندوؤں میں سادھوؤں کی ریاضتوں کو اگر ہر کوئی نہ ادا کرے تو وہ بدستور ہندو رہے گا ہاں سادھو نہیں ہوگا۔ ان دونوں مذاہب کی بیان کردہ بزرگی کی صفات میں بھی عظیم الشان فرق ہے۔ رسول کریم ﷺ نے تو اپنی اولاد کے لئے صدقہ حرام کر دیا۔[۲] مگر ہندوؤں میں یہ حکم ہے کہ برہمن کو اتنا کھلاؤ کہ وہ کھاتے کھاتے مر جائے اسی میں تمہاری نجات ہے۔ پس غور کرو وہ عبادت ہے یا یہ۔ حقیقی عبادت اسلام کی ہے اس لئے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کے ماتحت سچا مذہب اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اسلام کے لئے اگر ایک طرف خطرات اتنے خطرناک ہیں کہ تمام سابقہ انبیاء ان سے ڈراتے آئے ہیں تو دوسری طرف وہ چیز جس کی حفاظت ہمارے سپرد کی گئی ہے اس قدر اہم ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی وہی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے سوا اور بھی مسلمان ہیں جن کے ذمہ یہ فرض ہے۔ دنیا میں بے شک اور مسلمان ہیں مگر ہمارے سوا کسی کے سپرد یہ کام خاص طور پر نہیں کیا گیا۔ اگر ان کے سپرد ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ یاد رکھو کہ جو قوم دوسروں پر بھروسہ کر کے کامیاب ہونا چاہتی ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور اس کی مثال کشمیریوں کی ہے۔ اصل کشمیری قوم میں لڑائی کا مادہ نہیں ہوتا پنجاب میں بود و باش رکھنے والے کشمیری تو آزادی میں رہنے کی وجہ سے ایسے نہیں رہے لیکن کشمیر کے رہنے والے کشمیری سوائے بعض پہاڑی علاقوں کے جنگجو نہیں ہوتے۔ انگریز جب پہلے پہل ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ہر قوم کی ایک فوج تیار کرنے کی کوشش کی اور کشمیریوں کی بھی ایک پلٹن بنائی۔ ایک دفعہ سرحد پر فوج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی کمانڈنگ آفیسر نے کشمیری عہدیدار کو بلا کر وہاں جانے کا حکم دیا تو اس نے کہا حضور یہ تو بہت مشکل ہے پٹھان لوگ سخت ہوتے ہیں لیکن اس نے ڈانٹا اور کہا تم تنخواہ کس بات کی لیتے ہو

سرکار تمہیں اسی لئے تنخواہ دیتی ہے کہ ضرورت کے موقع پر جنگ کرو۔ اس نے کہا اچھا میں جا کر فوج سے دریافت کرتا ہوں اور پھر واپس آ کر کہنے لگا وہ لڑائی پر جانے کو تیار ہیں لیکن علاقہ چونکہ خطرناک ہے اس لئے کچھ پولیس حفاظت کے لئے ساتھ کر دی جائے۔ تو اگر ہم یہ کہیں کہ چونکہ فلاں ہمارا ساتھ نہیں دیتا اس لئے ہم بھی کچھ نہیں کر سکتے تو یہ وہی کشمیریوں والی مثال ہوگی۔ سپاہی کا کام یہ نہیں کہ دریافت کرے کہ کوئی اور میرے ساتھ جانے والا ہے یا نہیں بلکہ جب اسے حکم ہوتا ہے وہ فوراً چل پڑتا ہے۔ اور تم لوگ بھی جب خدا کی فوج میں داخل ہو گئے تو یہ کہنا نادانی ہے فلاں چونکہ کام نہیں کرتا اس لئے ہم بھی نہیں کرتے۔ دوسرے مسلمانوں کے متعلق تو بذریعہ الہام ہمیں اطلاع دی جا چکی ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے لیکن اگر اپنوں کے متعلق کہو کہ فلاں نہیں کرتا اس لئے ہم بھی نہیں کرتے تو یہ کشمیریوں والی بات ہوگی۔ اگر تم خدا کے سپاہی ہو تو خواہ وہ لوگ جو اِس وقت تمہارے ساتھ ہیں وہ بھی ہٹ جائیں تب بھی اکیلے ہی اسے کرنا تمہارا فرض ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے واقعات میں سے ایک واقعہ ہمیشہ پسند آتا ہے اور اسے یاد کر کے میں اپنے نفس میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکی توفیق دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں خیال ڈالا اور میں نے حضور کی نعش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ اگر ایک بھی انسان میرے ساتھ نہ رہے گا تب بھی میں اکیلا ہی پوری طاقت سے احمدیت کی اشاعت کروں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں جب تک کسی کے نفس میں یہ بات نہ ہو کہ میں اکیلا ہی اس کے لئے ذمہ دار ہوں اُس وقت تک کام ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ادنیٰ اور کم سے کم ایمان ہے۔ آگے عملاً جو کچھ کرنا ہے وہ تو بعد میں دیکھا جائے گا لیکن کم سے کم دل میں تو یہ احساس ہو چہ جائیکہ یہ کہا جائے چونکہ فلاں چندہ نہیں دیتا اس لئے ہم بھی نہیں دیتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک دفعہ کسی شخص کو ایک رقعہ دیا کہ فلاں جگہ پہنچا دو مگر کچھ دیر بعد آپ نے اُسے وہیں پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا: کیا وہ رقعہ پہنچا آئے؟ اس نے جواب دیا حضور ابھی کوئی آدمی نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا تھوڑی دیر کے لئے تم خود ہی آدمی بن جاتے تو کیا حرج تھا۔ غرض کام اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہر انسان یہ سمجھ لے کہ میں ہی وہ آدمی ہوں جس کے سپرد یہ کام ہے۔ اگر اکیلا ہے تو اسے تو اور بھی زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ مجھے زیادہ ثواب کا موقع مل گیا۔ بھلا کوئی شخص یہ بھی خیال کر سکتا ہے کہ میں زور سے اسلام کو غالب کر لوں گا انبیاء بھی ایسا دعویٰ نہیں

کر سکتے۔ خود رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی ایسا نہیں کیا۔ دلوں کا فتح کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کامیابی اور فتح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور آئے گی۔ پھر یہ تو خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ زیادہ آدمی ہونے سے یہ کام فوراً ہو جائے گا۔ آدمی تھوڑے ہوں یا بہت کام تو آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہونا ہے۔ اگر آدمی تھوڑے ہوں تو پھر ان کے لئے اور بھی مزا ہے کہ انہیں ثواب حاصل کرنے کا زیادہ موقع مل سکے گا۔ اسلام نے حکم دیا ہے کہ تم بخیل مت بنو اس لئے ہماری تو یہی خواہش ہے کہ ساری دنیا اس کام میں شریک ہو کر اجر کی مستحق ہو وگرنہ اگر بخل ممنوع نہ ہوتا تو پھر ہم یہی خواہش کرتے کہ اور لوگ یہ کام نہ کریں صرف ہم ہی کریں۔ کُجا یہ کہ کہیں چونکہ دوسرے لوگ نہیں کرتے اس لئے ہم بھی نہیں کرتے۔ ہم تو اسلام کے حکم کی وجہ سے دوسروں کو شریک کرنے کی کوشش کرتے ہیں وگرنہ کون ہے جو خود زیادہ ثواب اور اجر لینے کا خواہش مند نہ ہو۔ چٹی اور سزا کے متعلق یہ بات ہوتی ہے کہ دوسروں کو اس میں شریک کرنے کی کوشش کی جاتی ہے انعام حاصل کرنے کے متعلق کوئی عقلمند یہ نہیں کہتا کہ دوسروں کو چونکہ نہیں ملا اس لئے میں بھی نہیں لیتا۔ اور اسلام کی اشاعت کے متعلق جو ایسے خیالات ظاہر کرتا ہے وہ یقیناً اسلامی احکام کی تعمیل کو ایک چٹی یقین کرتا ہے۔

پس میں دوستوں کو تاکید کرتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک یہی خیال کرے کہ یہ کام اسی نے کرنا ہے۔ کبھی بھول کر بھی تمہاری زبان پر یہ کلمہ نہ آئے کہ چونکہ فلاں نہیں کرتا اس لئے ہم بھی نہیں کرتے۔ اگر کوئی دوسرا اس کام کو چھوڑتا ہے تو تم خوش ہو اور سمجھو کہ ہم نے تو اسے ثواب میں شامل کرنا چاہا تھا لیکن اگر وہ شامل نہیں ہوتا تو ہم کیوں زیادہ سے زیادہ ثواب نہ حاصل کریں۔ پھر ساتھ ہی دعائیں بھی کرتے رہو یہ خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے اس لئے اسی کے آگے جُھک جاؤ کہ وہ مدد کرے۔

یہ دن اسلام پر سخت مصائب کے دن ہیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو نابود کر دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ مذہبی حملوں کے علاوہ سیاسی حملے بھی سخت سے سخت کئے جا رہے ہیں۔ مخالفت کی خوفناک آندھیاں چل رہی ہیں مگر مسلمانوں کی آنکھیں مٹی اور خاک سے اس قدر بھر گئی ہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ وہ بار بار جس راستہ سے ٹھوکریں کھاتے ہیں پھر اسی کی طرف دوڑتے ہیں۔ تم پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اپنا مامور بھیج کر تمہیں اس مصیبت سے بچا لیا وگرنہ آج

تمہارا بھی وہی حال ہوتا جو ان لوگوں کا ہو رہا ہے جو اس کشتی میں سوار نہیں جسے اس زمانہ کے نوحؑ نے تیار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی تمہارے لئے موجود ہے۔

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کآخر کنند دعوئ حبِّ پیمبرم

چونکہ کچھ مصائب آنے والے تھے اس لئے فرمایا ایسی آفتیں اور تباہیاں آنے والی ہیں اُس وقت ان لوگوں کا خیال رکھنا کیونکہ خواہ کچھ ہو یہ لوگ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ حضور علیہ السلام کی امت کو بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور انہیں سیاسی آندھیوں سے بھی بچائیں اس کے لئے ہمیں خود کوشش کرنی چاہئے اور اگر خود نہ کرسکیں تو دوسروں کو اس کے لئے دعوت دینی چاہئے کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی دوسروں پر بھی نازل کر دیتا ہے اور ان سے بھی اسلام کی خدمت لے لیتا ہے۔ ابو طالب نے رسول کریم ﷺ کی کس قدر امداد کی اور اسلام کو آپ سے کس قدر تقویت پہنچی اگرچہ وہ خود تو ایمان نہ لائے مگر یہ وہی خدمات تھیں جنہوں نے حضرت علیؓ جیسا انسان پیدا کر دیا ورنہ آپ کے اور چچا بھی تھے ان کی اولاد کو ایسا مقام کیوں نہ حاصل ہوا۔ اس طرح ان کو بھی فائدہ پہنچ گیا اور اسلام کو بھی۔ اس لئے جہاں احمدی خود نہ کوئی کام کرسکیں وہاں دوسروں کو دعوت دیں تا ان کی سیاسی اور مذہبی حالت رُو بہ اصلاح ہو سکے۔

احمدیوں کے سوا اور کون جتھہ مسلمانوں کا ہے؟ باقیوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک مولوی فتویٰ دیتا ہے تو منہ اُٹھا کر سب اُس طرف بھاگ پڑتے ہیں پھر کوئی اور فتویٰ دیتا ہے تو اُس طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ جس طرح کوئی شیش محل کے اندر داخل ہو جائے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ کس طرف جانا ہے بعینہٖ وہی حالت اس وقت مسلمانوں کی ہے۔ صرف ہماری ہی ایک جماعت ایسی ہے جو بغیر کسی خطرہ کے سیدھے راستہ پر جا رہی ہے۔ مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ انہیں احمدیت کی تبلیغ کی جائے مگر افسوس اس طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ اگر ہم میں سے ہر شخص دیوانہ وار تبلیغ میں لگ جائے تو بہت جلد دنیا میں تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر میرے لیکچر سے متأثر ہو کر دوستوں نے اس طرف توجہ کی تھی اور دو تین ماہ تک بیعت کرنے

والوں کی تعداد اچھی رہی لیکن اب دو اڑھائی ماہ سے پھر کمی واقع ہوگئی ہے۔ اگر جماعت ایک دو سال ہی زور سے تبلیغ کرے تو پھر لوگ خود بخود جماعت میں داخل ہوتے جائیں گے جیسے ضلع سیالکوٹ اور گورداسپور میں ہؤا ہے۔ جہاں جتھے ہو جائیں وہاں چونکہ تکالیف کا خوف نہیں رہتا اس لئے عام لوگ داخل ہونے سے ڈرتے نہیں۔ میں دیکھتا ہوں سالہا سال سے ضلع سیالکوٹ میں کوئی مبلغ نہیں گیا مگر اس علاقہ میں احمدیت برابر پھیلتی جارہی ہے اسی طرح گورداسپور کے ضلع میں بھی۔ اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ جماعت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ آدمی ایسے ضرور ہوتے ہیں جن میں جوش ہوتا ہے اور وہ تبلیغ کرتے رہتے ہیں دوسرے یہ کہ خوف نہیں رہتا۔ پس اگر ایک دو سال ہی پوری سرگرمی سے تبلیغ کی طرف توجہ کی جائے تو پھر احمدیت میں داخل ہونا بہت آسان ہو جائے گا۔ پھر یہ خیال نہیں ہوگا کہ لوگوں کو احمدیت میں داخل کس طرح کیا جائے بلکہ یہ سوال ہوگا کہ ان کی تربیت کس طرح کی جائے۔ پس تھوڑی سی ہمت اور کوشش کی ضرورت ہے اگر دوست تھوڑی سی تکلیف اُٹھا کر تبلیغ پر زور دیں تو احمدیت کی قبولیت عام ہوسکتی ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ توفیق دے کہ ہم اپنے فرض کو پوری طرح ادا کرسکیں اور پھر ہماری مدد بھی کرے تا ہم تھوڑے ہونے کے باوجود زیادہ کام کرسکیں۔

(الفضل ۲۳۔ مئی ۱۹۳۰ء)

۱؎ الذّٰریٰت: ۵۷

۲؎ بخاری کتاب الزکوٰۃ باب أخذ صدقة التمر عند صرام النخل